نہ اظہار فصاحت ہی نہ مقصد خوش بیانی ہی
فسانہ ہی وطن کا اور یہ پٹنے کی کہانی ہی

# پٹنے کی کہانی

مصنفۂ حکیم غلام رسول حسرت عظیم آبادی تلمیذ جناب سخنور شیریں مقال مولانا سید عنایت حسین صاحب امداد عظیم آبادی

۲۶ فروری ۱۹۲۰ء

در مطبع سیٹی محلہ حاجیگنج پٹنہ سٹی طبع شد

عبرت سے ہے بھری ہوئی پٹنے کی داستاں
سُن لیجے کہانی اس اُجڑے دیار کی

باغِ بہشت کا تھا نمونہ کبھی یہ شہر
تھی دُور دُور دھوم یہاں کے بہار کی

روشن نگاہ ہوتی تھی پٹنے کی سیر سے
کحل البصر تھی خاک ہمارے دیار کی

ہر سو بسے ہوئے تھے رئیسان باوقار
کیا شان تھی عمارت زرّیں نگار کی

علم و کمال کا کبھی مخزن تھا یہ دیار
یاں قدر تھی اساتذۂ روزگار کی

ہر علم و فن کی ہوتی تھی توقیر اس جگہ
ہوتی تھی قدر عالمِ تقویٰ شعار کی

درویشِ کاملین کی یہ خوابگاہ تھی
جو اہلِ دل تھے کرتے تھے حرمت مزار کی

قبروں پہ اُن کی رہتا تھا مجمع شبانہ روز
بارش تھی اُس پہ رحمت پروردگار کی

آسودہ حال سب غربا و فقیر تھے
اُمیدیں پوری ہوتی تھیں امیدوار کی

تفریح کو نکلتے تھے ہاتھی پہ جو امیر
رستے میں وہ لٹاتے تھے تھیلی ہزار کی

سوئے ہوئے ہیں آج وہ سب فرش خاک پر
دیکھو روش کو گردش لیل و نہار کی

افسوس انقلاب زمانے کے ہاتھ سے
ظاہر ہے آج شکل جو ہے اس دیار کی

تختے ہیں گو بیوں کے عمارت جہاں پہ تھی
کانٹوں کا بن ہے دھوم تھی جس لالہ زار کی

اعلیٰ ترین کتنے تھے خطاط خوشنویس
شہرت تھی جن کے خامۂ معجز نگار کی

جادو رقم کوئی تھا جواہر رقم کوئی
توصیف کیا ہو انکے خط پُر بہار کی

معجز نما و عیسیٰ دوراں ہر اک طبیب
صحت تھی رازدار ہوا اس دیار کی

عبدالحمید سا وہ حذاقت مآب وقت
کیونکر ہو مدح کاظم سنجیدہ کار کی

کیونکر کہا نہ جائے مسیحائے روزگار
اکسیر اب بھی خاک ہے اُنکے مزار کی

اس شہر میں شہید کا بھی مقبرہ ہے ایک
پوچھو نہ کیفیت تھی اُس با وقار کی

پٹنے میں جا گزیں تھا وہ نواب صوبہ دار
تھی صوبہ داری ہاتھ میں سارے بہار کی

مغلوں کے ہاتھ سے یہ ہوا ہے یہیں شہید
روداد درد خیز ہے اس نامدار کی

روحانیت کے فیض سے اُن باکمال کے
حاجت بر آیا کرتی تھی امیدوار کی

دو مسجدیں قدیم بناؤں میں ہیں ابھی
نواب سیف خاں کی حاجی تتار کی

دو مسجدیں ہیں اور جو ابتک ہیں یادگار
خواجہ کلاں و عنبر شائستہ کار کی

اور مقبرے بھی شہر کے اندر ہیں بے شمار
گریاں شکستگی پہ ہے دل ہر مزار کی

واحسرتا کہیں علماء ان میں دفن ہیں
ہیں تربتیں کہیں کملائے دیار کی

قبریں کہیں شکستہ کہیں ہیں ڈھی ہوئی
اب کون ہے کرے جو مرمت مزار کی

جن کو با احترام بٹھلاتے تھے صدر میں
حالت فنا نے کی ہے یہ اُن باوقار کی

اب پھول کیسے شمع لحد پر کہاں نصیب
لیتا نہیں خبر بھی کوئی حال زار کی

یہ تک نہیں پتا کہ کہاں پر ہیں تربتیں
تحقیق اور راسخ عالی تبار کی

بیدل کی اور فغاں کی ہے کس جا پہ خوابگاہ
پہچاننا ہے شکل بھی مشکل مزار کی

ہر دن تھا روز عید تو ہر شب شب برات
ہر فصل یاں کی فصل تھی گویا بہار کی

ہر سمت انجمن تھی تو محفل تھی ہر جگہ
گلگوں قبا حسینوں کی اور گلعذار کی

عیش و نشاط و راحت و عشرت کے ماسوا
آتی نہ تھی ہوا بھی غم روزگار کی

پروانوں کا ہجوم نہ تربت پہ شمع ہے
حسرت مجاوری کو ہے حاضر مزار کی

تعمیر اک یہاں بھی تھی چہل ستوں
تھی دھوم اس عمارتِ ترصیع کار کی

افسوس وہ بھی گردشِ دوراں سے مٹ گئی
چالوں کو دیکھئے فلکِ حیلہ کار کی

دریا کنارے جتنے ہیں پشتے شکستہ حال
کچھ کیفیت نہ پوچھئے اُن کے بہار کی

آرام گاہ تھے یہ رئیسوں کے ایک دن
یاں مسندیں تھیں عزت و جاہ و وقار کی

کیونکر نہ ٹوٹ ٹوٹ کے ہوتے یہ منہدم
بنتے میں حاجتیں تھیں زر بے شمار کی

افسوس وہ کچوری گلی کی عمارتیں
دیواریں جن کی خشت جواہر نگار کی

ہر سمت اُس گلی میں جواہر کا ڈھیر تھا
گنتی نہ کوئی رہتی تھی موتی کے ہار کی

تھا یہ محلہ جوہریوں سے بھرا ہوا
دن رات تھی ہر ایک کو دُھن کاروبار کی

کوڑی کے مول بکتے تھے یاں گوہرِ خوش آب
بکری پھر اُس پہ ہوتی تھی صدہا ہزار کی

الماس اور لعل و زمرد کے گنج تھے
گنتی یہاں تھی کون سی نو لکھے ہار کی

افسوس واں ہے ایسی اُداسی کہ جاؤ گر
وحشت سوا ہو اس دلِ آشفتہ کار کی

پوچھو نہ کچھ محلۂ کیواں شکوہ کی
شہزادوں کی جگہ تھی یہ اور شہریار کی

 

موجود ڈھول پورے میں تبک ہو دیکھ لو
مسجد وہ شیر شاہ سے عالی تبار کی

ہو جائیں سو برس کی یہ تعمیر لاجواب
ہے یادگار اُس شہِ ذی اقتدار کی

کتنے محل تھے سر بہ فلک اور عمارتیں
اور تھیں جماعتیں امرائے کبار کی

تھا مخزنِ ادب کبھی اپنا یہ حاجی گنج
آبادیاں تھیں یاں اُمرائے دیار کی

کاظم علی سا تھا یہاں نواب محترم
تھی بود و باش محسن والا تبار کی

عباس باکرم سا وہ تھا اہل دل رئیس
شہرت ہے جن کے علم و ادب اور وقار کی

رہتے تھے نون گولے میں کتنے معززین
رونق تھی جن کے دم سے ادب کے وقار کی

دالان سنگی کے وہ رئیسان نامور
ہستی تھی جن کی جانِ کرم افتخار کی

اکثر تھے ان میں مایۂ قدرِ علوم و فن
اور ثروتیں بھی رکھتے تھے صدہا ہزار کی

مفرط تھا علم شوق تھا تدریس کا بہت
باتیں ہر اک میں تھیں ادب انکسار کی

استاد حسن خط کے تھے اور تھے شوقین بھی
دل کش روش تھی خامۂ معجز نگار کی

نواب مہدی خاں سا اولوالعزم وہ رئیس
تھی دھوم اُسکے جود و سخا کی وقار کی

پُر نور وہ زمیں ہے جہاں یہ یہ دفن ہے
برکت نہ کیوں ہو خاک میں اُس کے مزار کی

مسجد بھی اور حوض بھی صنعت نما ہے سب ــ صنعت میں جدتیں ہیں کسی پختہ کار کی
ہر چند ہو چلا ہے خزاں دیدہ یہ چمن ــ پھر بھی ہے اک جھلک سی یہاں پر بہار کی
ٹیلے کے چاروں کونوں پہ قائم ہیں تھنیاں ــ معروف شاہ و مہدی ذی اقتدار کی
منصور شاہ و حضرت نوذر سا اہل دل ــ یہ چاروں برکتیں ہیں اس اُجڑے دیار کی
اُن تھنیوں پہ قبریں ہیں اِن باکمال کی ــ لازم ہیں حرمتیں ہمیں اُنکے مزار کی
دیکھو جناب شاد سے کامل تھے اس جگہ ــ عزت تھی جن سے ملک اودھ اور بہار کی
رونق تھی جن سے بزم سخن اور کمال کی ــ وہ شمع آہ ہوگئی گل اس دیار کی
ہستی مٹائی ان کی بھی آخر فنا نے آہ ــ حالت یہی ہے اس فلک کجمدار کی
کھویا ہے اس نے ہاتھ سے کس باکمال کو ــ بدقسمتی تو دیکھو اس اُجڑے دیار کی
مسکن جہاں تھا اُنکا وہیں پر لحد ہے اب ــ کس طرح ہو دلوں میں نہ عظمت مزار کی
مسجد میں خانقاہ میں اور مندروں میں بھی ــ تھی دیدنی نزاکتیں نقش و نگار کی
اس دور کے تھے جتنے مسلمان و ہنود ــ طاعت میں منہمک تھے وہ پروردگار کی
ہر سمت مسجدوں میں صبا گر تھی عطر بیز ــ خوشبو تھی بتکدوں میں بھی پھولونکی ہار کی

دیوان کا محلہ جو مشہور ہے یہاں
صدہا عمارتیں تھیں وہاں مالدار کی

دہلی سے جب نکل کے رئیس ہنود آئے
اکثر نے بود و باش یہیں اختیار کی

اب اُن عمارتوں کا پتا بھی کہیں نہیں
شہرت تھی جس کے حسن کی نقش و نگار کی

مرقوم کس طرح سے مغلپورہ کا ہو حال
یہ تھی جگہ رئیسوں کی جاگیر دار کی

اکثر رئیس ایسے تھے جن کی کہ اس جگہ
جاگیر ماہوار تھی دس دس ہزار کی

وہ مسندیں یہ آن اُمرا کی چہل پہل
زرّیں عبائیں اُن کے عطاعت گزار کی

ہاتھی دروں پہ جھومتے تھے ایک ایک کے
پوچھو نہ شان اُنکے عروج و وقار کی

نواب کا ہے برج جو مشہور اب تلک
یہ بھی پتا ہے اک کسی ذی اقتدار کی

یاں تھا کسی زمانے میں اک قصر شاندار
آرام گاہ تھی یہ کسی باوقار کی

مشہور عیش باغ ہے جو اک یہاں مقام
تھی یادگار یہ بھی کسی کامگار کی

مشہور اک محلہ ہے لنگر گلی کا جو
ہے یادگار اشرف عالی تبار کی

غربت زدوں کو ملتے تھے کھانے یہاں مدام
حاجت بر آیا کرتی تھی ہر خاکسار کی

اشرف کا کالی تھان میں اب تک ہے مقبرہ
کرتے ہیں لوگ آکے زیارت مزار کی

شیو شیو کی رام رام کی رٹ مندروں میں تھی
پرشادی روز چڑھتی تھی صدہا ہزار کی

اور مسجدوں میں کثرتِ طاعت سے ہر طرف
رحمت برستی رہتی تھی پروردگار کی

آباد تھیں وہ مسجدیں جو اب شکستہ ہیں
اک بھیڑ ان میں رہتی تھی طاعت گزار کی

راحت مسافروں کو ملے تاکہ دھوپ میں
ہر جا قطار رہتی تھی شجر سایہ دار کی

تھیں جابجا سرائیں بھی اکثر بنی ہوئی
راحت رسانیوں کو غریب الدیار کی

گنگا شمال میں ہے تو جلکہ جنوب میں
اور وسط میں ہے دونوں کے بستی دیار کی

آئے کبھی نہ جوش پہ یہ دونوں ساتھ ساتھ
یہ بھی ہے شان قدرت پروردگار کی

کثرت سے ناچ ہوتا تھا یاں ماہ چیت میں
تھی یہ بھی رسم خاص ہمارے دیار کی

رہتا تھا مہ جبینوں کا جلوہ تمام رات
ہوتی تھیں آمدیں صنم گلعذار کی

فصلیں موافق اور محاصل تھے حسب خواہ
حالت رفاہ خیز تھی ہر کاشتکار کی

امرود آم لیچی کی کثرت تھی جابجا
تعریف کیا ہو ان ثمر خوشگوار کی

ایسا نہ قحط اور نہ امراض تھے کہیں
جیسی کہ اب تباہی ہے ہر مالدار کی

اس دور میں تو فاقہ کشی کا ہے سامنا
گم ہو رہی ہے عقل ہر اک ہوشیار کی

کیوں کر کرے نہ شکوۂ افلاس ہر غریب
حد بھی گرانیوں کی رہی اس دیار کی

بغض و حسد نفاق کے میدان الگ ہیں گرم
باتیں کہیں خلوص نہ الفت نہ پیار کی

عرصے سے یہ چمن ہے مرا رو کش خزاں
بے جا ہے اب امید بھی ابرِ بہار کی

رنگت ہے زرد پھولوں کی بار سحر سے
صورت عروس باغ کے کیا ہو نکھار کی

شاداب یہ چمن ہو تر و تازہ پھول ہوں
بارش اگر ہو رحمتِ پروردگار کی

یا رب سبھوں کی خیر ہو پٹنے کو ہو عروج
ہر دم دعا یہ رہتی ہے اس خاکسار کی

گھبرا کے چاہتا ہوں چلا جاؤں اب کہیں
دامن کشاں مگر ہے محبت دیار کی

پٹنہ مرا وطن ہے یہیں کی ہوں میں بھی خاک
گل کی ہے شکل آنکھوں میں اس خارزار کی

گو کلفتیں ہوں لاکھ مگر پھر ہے اپنی جا
تلخی بھی قند ہے وطنِ ناگوار کی

نکلا گیا نہ چھوڑ کے اس خاکدان کو
قابو میں دل رہا نہیں کوشش ہزار کی

دل چور چور ہو گیا حسرت قلم کو روک
یہ درد داستان تھی اس اجڑے دیار کی